قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ مریم

(۲)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ
مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ
اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ

(اب) اِس کتاب میں مریم کا ذکر کرو، جب وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر (بیت المقدس کے) مشرقی جانب[۱۳۰] گوشہ نشین ہو گئی تھی اور اپنے آپ کو اُن سے پردے میں کر لیا تھا۔[۱۳۱] پھر ہم نے اُس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ اُس کے سامنے ایک پورے آدمی کی صورت میں نمودار ہو گیا۔[۱۳۲] مریم (نے اُسے دیکھا تو) بول اٹھی کہ میں تم سے خداے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں، اگر تم اُس سے ڈرنے والے ہو۔ اُس

۱۳۰؎ عورتوں کے اعتکاف و عبادت کی جگہ ہیکل میں مشرقی جانب تھی۔ یہاں اِس سمت کا ذکر اسی رعایت سے ہوا ہے۔

۱۳۱؎ اِس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اعتکاف میں بیٹھ گئی تھیں۔

۱۳۲؎ اِس سے غالباً حضرت مریم کا امتحان مقصود تھا۔ آگے کی آیات سے واضح ہے کہ وہ اِس میں پوری طرح کامیاب رہیں اور اِس نازک موقع پر اُسی کردار کا مظاہرہ کیا جو اُن جیسی جلیل القدر خاتون سے متوقع تھا۔

غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾
قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا
وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ

نے کہا: میں تمھارے پروردگار ہی کا فرستادہ ہوں (اور اِس لیے بھیجا گیا ہوں) کہ تمھیں ایک پاکیزہ فرزند عطا کروں۔ مریم نے کہا: میرے ہاں لڑکا کیسے ہوگا، نہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ میں کبھی بدکار رہی ہوں[۱۳۳]! اُس نے کہا: اِسی طرح ہوگا۔ تمھارا پروردگار فرماتا ہے کہ یہ میرے لیے بہت آسان ہے (اور ہم یہ اِس لیے کریں گے کہ وہ ہمارا پیغمبر ہو) اور ہم اُس کو لوگوں کے لیے ایک نشانی[۱۳۴] اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں۔ اور یہ بات طے کر دی گئی ہے۔ ۱۶-۲۱

سو مریم اُس بچے سے حاملہ ہوگئی اور (بیت المقدس سے نکل کر) اُس حمل کو لیے ہوئے ایک دور کی جگہ چلی گئی[۱۳۵]۔ پھر (وہ وقت بھی آ گیا کہ) زچگی کی تکلیف اُسے کھجور[۱۳۶] کے تنے کے پاس لے آئی۔

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

۱۳۳؎ یہ الفاظ ایک کنواری عفیفہ ہی کی زبان سے موزوں ہو سکتے ہیں، اِس لیے صریح دلیل ہیں کہ کسی یوسف نامی شخص سے حضرت مریم کے نکاح کی جو روایت لوقا میں نقل ہوئی ہے، وہ بالکل بے بنیاد ہے۔

۱۳۴؎ یعنی اپنی عظیم قدرت کی نشانی جس کو دیکھنے کے بعد کسی کو شبہ نہ رہے کہ ہم ایک دن تمام مخلوقات کو اِسی طرح دوبارہ پیدا کر ڈالیں گے۔ سورۂ زخرف (۴۳) کی آیت ۶۱ میں سیدنا مسیح کو اِسی بنا پر 'عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ' (قیامت کی دلیل) کہا گیا ہے۔

۱۳۵؎ انجیلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جگہ بیت اللحم تھی۔ وہ جس صورت حال سے دوچار ہوگئی تھیں، اُس میں یہی ایک چارۂ کار تھا کہ لوگوں کی نظروں سے دور وہ کسی ایسی جگہ چلی جائیں، جہاں کم سے کم حمل کے دوران میں اُن کی لعنت ملامت سے بچی رہیں۔ وہ بنی ہارون کے مقدس ترین گھرانے کی لڑکی تھیں اور بیت المقدس میں معبد کی خدمت کے لیے وقف کر دی گئی تھیں۔ اِس حالت میں ایک کنواری کا حمل اُن کے لیے جیسی پریشانی اور مصیبت کا باعث بن سکتا تھا، اُس کا اندازہ ہر شخص کر سکتا ہے۔

قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ

(اُس وقت سخت بے بسی کی حالت میں) اُس نے کہا: اے کاش، میں اِس سے پہلے ہی مرجاتی اور بھولی بسری ہوجاتی۔[137] ۲۲-۲۳

اِس پر مریم کے نیچے سے فرشتے نے اُس کو پکار کر کہا: غم نہ کرو، تمھارے پروردگار نے تمھارے پائیں سے ایک چشمہ جاری کر رکھا ہے۔ اور تم کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، تمھارے اوپر تروتازہ کھجوریں ٹپک پڑیں گی۔[138] سو کھاؤ پیو اور (بچے کو دیکھ کر) آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ پھر کوئی آدمی دیکھو (کہ کچھ پوچھنا چاہتا ہے) تو اشارے سے کہہ دو[139] کہ میں نے خدائے رحمٰن کے لیے روزے کی نذر مان رکھی ہے، اِس

۱۳۶؎ اصل میں لفظ 'النَّخْلَة' آیا ہے۔ یہ غالباً بستی سے باہر کھجور کا کوئی درخت ہوگا۔ وہ اتفاق سے اِس کی طرف آئیں یا اِس کے لیے اُنھیں کوئی غیبی اشارہ کیا گیا تھا، دونوں صورتوں کا امکان ہے۔ تاہم اتنی بات واضح ہے کہ یہ پہلے سے متعین تھا، اِس لیے کہ الف لام کے ساتھ مذکور ہوا ہے۔

۱۳۷؎ اِن الفاظ سے اُس کرب اور پریشانی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جس میں حضرت مریم اُس وقت مبتلا ہو گئی تھیں۔ ایک کنواری بچہ جننے جا رہی ہے، اِس کے نتیجے میں جو کچھ رسوائی کا سامان اُن کے لیے ہو سکتا تھا، یہ فقرہ اُس کے لیے اُن کے احساسات کی بالکل صحیح تعبیر ہے۔

۱۳۸؎ مطلب یہ ہے کہ اُن کے لیے وہاں یہ اہتمام کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ جب اپنا کوئی مشن کسی کے سپرد کرتا ہے تو اُس کی رحمت اِسی طرح شامل حال ہوتی ہے۔ چنانچہ کھجور کے تنے کو ہلانے کی ہدایت بھی محض رحمت الٰہی کے ظہور کا بہانہ تھا، ورنہ ظاہر ہے کہ جس عمر میں کھجور کے درخت کو پھل لگتا ہے، اُس کو ہلانے کی قوت حضرت مریم کے بازو میں نہیں ہو سکتی تھی۔

۱۳۹؎ اصل میں لفظ 'قُوْلِىْ' آیا ہے۔ عربی زبان میں یہ جس طرح زبان سے کوئی بات کہنے کے لیے آتا ہے،

اِنۡسِيًّا﴿۲۶﴾

فَاَتَتۡ بِهٖ قَوۡمَهَا تَحۡمِلُهٗ قَالُوۡا يٰمَرۡيَمُ لَقَدۡ جِئۡتِ شَيۡئًا فَرِيًّا﴿۲۷﴾ يٰۤاُخۡتَ هٰرُوۡنَ
مَا كَانَ اَبُوۡكِ امۡرَاَ سَوۡءٍ وَّمَا كَانَتۡ اُمُّكِ بَغِيًّا﴿۲۸﴾

فَاَشَارَتۡ اِلَيۡهِ قَالُوۡا كَيۡفَ نُكَلِّمُ مَنۡ كَانَ فِى الۡمَهۡدِ صَبِيًّا﴿۲۹﴾ قَالَ اِنِّىۡ

لیے آج میں کسی انسان سے کوئی بات نہ کروں گی۔[۱۴۰] ۲۴-۲۶

اِس کے بعد وہ بچے کو گود میں لیے ہوئے اپنے لوگوں کے پاس آئی۔ اُنھوں نے (دیکھا تو) کہا: مریم، تم نے یہ بڑی عجیب حرکت کر ڈالی ہے۔ اے ہارون کی بہن[۱۴۱]، نہ تمھارا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمھاری ماں کوئی بدکار عورت تھی۔ ۲۷-۲۸

اُس نے جواب میں بچے کی طرف اشارہ کیا (کہ وہی بتائے گا)[۱۴۲]۔ لوگوں نے کہا: ہم اُس سے کیا

اُسی طرح اشارہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

۱۴۰؎ مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھ لو اور کوئی تعرض کرے تو اُس کو اس طریقے سے ٹال دو۔ اِس سے معلوم ہوا کہ سیدہ جس حالت میں تھیں، یہود کی شریعت میں چپ کا روزہ اُس حالت میں بھی رکھا جا سکتا تھا۔ اسفار یہود سے اِس کی تصدیق ہوتی ہے۔

۱۴۱؎ سیدہ بنی ہارون میں سے تھیں۔ قدیم قبائلی زبانوں میں یہ اسلوب موجود ہے کہ کسی شخص کو قبیلے کے جداعلیٰ کی نسبت سے مخاطب کیا جائے۔ مثلاً عربی زبان میں قبیلۂ مضر کے آدمی کو 'یا أخا مضر' کہہ کر بلاتے ہیں۔ یہی معاملہ دوسرے قبیلوں کا ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں یہی معنی مراد ہیں، اِس لیے کہ ملامت کے موقع پر یہ کہنا نہایت موزوں ہے کہ اے ہارون کے مقدس خاندان کی لڑکی، تیرا باپ شریف اور تیری ماں عفیفہ، پھر حیف ہے کہ تم نے ایسی حرکت کر ڈالی ہے۔

۱۴۲؎ اُنھیں غالباً بتا دیا گیا تھا کہ وہ خاموش رہیں گی اور نومولود سب تہمتوں کا جواب خود دے گا اور اُن کی پاک دامنی اور اپنی وجاہت کی شہادت سب کے سامنے پیش کر دے گا۔ وہ مطمئن رہیں، اُنھیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ اُن کے حق میں ایک ایسی زبان کھولنے والا ہے جو سب کی زبانیں بند کر دے گی۔ اُس نے اگر اُنھیں ایسے

عَبۡدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَجَعَلَنِیۡ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ وَّجَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ وَاَوۡصٰنِیۡ
بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَتِیۡ وَلَمۡ یَجۡعَلۡنِیۡ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾
وَالسَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَیَوۡمَ اَمُوۡتُ وَیَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾

بات کریں جو گود میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے؟ بچہ بول اٹھا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبی بنایا اور جہاں کہیں بھی ہوں، مجھے سرچشمۂ خیر و برکت ٹھیرایا ہے۔ اُس نے مجھے ہدایت فرمائی ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں، نماز اور زکوٰۃ کا اہتمام کروں اور مجھے اپنی ماں کا فرماں بردار بنایا ہے، مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا[۱۴۳]۔ اور مجھ پر سلامتی (کی بشارت) ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ ۲۹-۳۳

غیر معمولی امتحان میں ڈالا ہے تو اُن کے لیے پوری عزت اور سرخ رُوئی کے ساتھ اُس سے نکلنے کا سامان بھی وہی کرے گا اور یہ اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔

۱۴۳؎ سیدنا مسیح علیہ السلام کے یہ ارشادات نہایت معنی خیز ہیں۔ استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اِن کی وضاحت فرمائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ”پہلی بات اُنھوں نے یہ فرمائی کہ 'اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ'، میں اللہ کا بندہ ہوں۔ یعنی کوئی میری اِس خارق عادت ولادت سے اِس غلط فہمی میں نہ مبتلا ہو کہ میں کوئی مافوق بشر ہستی ہوں۔ میں اللہ کا بندہ ہی ہوں۔ یہ قرآن نے اُن کے ارشاد 'اِبۡنُ اللّٰہِ' کی صحیح تعبیر بتائی ہے۔ عبرانی میں 'اِبۡن' کا لفظ بندہ اور بیٹے، دونوں کے لیے آتا ہے۔ موقع و محل سے اُس کا تعین کرتے ہیں۔ حضرت مسیح کی واضح تعلیمات کی موجودگی میں اِس لفظ کی تاویل میں کسی التباس کی گنجایش نہیں تھی، لیکن پال نے اُس کو فتنے کا ذریعہ بنالیا اور تثلیث کا ایک پورا گورکھ دھندا تیار کر دیا۔ ہم انجیلوں کی روشنی میں اِس میتھالوجی کی تردید سورۂ آل عمران اور مائدہ کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔
>
> دوسری بات اُنھوں نے یہ فرمائی کہ خدا نے مجھے کتاب و نبوت سے سرفراز فرمایا ہے اور میں جہاں کہیں بھی ہوں، میرا وجود وہاں کے لیے سراپا خیر و برکت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، جہاں تک شریعت کا تعلق ہے، تورات ہی کی شریعت پر عامل اور اُسی کے داعی اور مجدد تھے۔ البتہ اُنھوں نے اِس پر حکمت کا اضافہ فرمایا۔ یہی حکمت کے وعظ ہیں جو منتشر اور ناتمام حالت میں ہمیں انجیلوں میں ملتے ہیں۔ یہی لعل و گہر ہیں جو وہ اپنی زبان مبارک سے ہر

ذٰلِكَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِىۡ فِيۡهِ يَمۡتَرُوۡنَ ﴿۳۴﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنۡ
يَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ سُبۡحٰنَهٗ اِذَا قَضٰٓى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ ﴿۳۵﴾

یہ تھا مریم کا بیٹا عیسیٰ۔ یہ اصل حقیقت بیان ہوئی ہے جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں۔ خدا کو شایاں نہیں کہ وہ کسی کو اولاد بنائے۔ وہ پاک ہے۔ وہ جب کسی بات کا فیصلہ کر لیتا ہے تو اُس کو اتنا ہی کہتا ہے کہ ہو جا، پھر وہ ہو جاتی ہے[۱۴۴]۔ ۳۴-۳۵

دشت و چمن میں برساتے ہوئے گزرتے تھے اور جس دل میں ذرا بھی زندگی کی رمق ہوتی تھی، اُس کو زندۂ جاوید کر دیتے تھے۔

تیسری بات اُنھوں نے یہ فرمائی کہ مجھے زندگی بھر کے لیے نماز اور زکوٰۃ کی ہدایت ہوئی ہے۔ دراصل یہی دو چیزیں ہیں جو تمام دین و شریعت کی بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اِس وجہ سے تمام آسمانی شرائع میں سب سے پہلے اِنھی کا ذکر آتا ہے۔ اِن کی ظاہری شکلیں مختلف ادیان میں مختلف رہی ہیں، لیکن بندگئ رب اور ہم دردئ خلق کی روح اِن کی ہر شکل میں محفوظ رہی ہے۔ نماز آدمی کو اُس کے رب سے صحیح طور پر جوڑتی ہے اور زکوٰۃ سے اُس کا تعلق خلق کے ساتھ صحیح طور پر استوار ہوتا ہے۔ اِنھی دو چیزوں کی استواری پر تمام دین کے قیام کا انحصار ہے۔ اگر کوئی شخص اِن کو ڈھادے تو وہ تمام دین کو ڈھادے گا، اگرچہ وہ دین کے نام پر کتنی ہی لاف زنی کرے۔

چوتھی بات اُنھوں نے یہ فرمائی کہ خدا نے مجھے اپنی ماں کا فرماں بردار بنایا ہے، مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا ہے۔ یعنی ہر چند میری ولادت کی نوعیت خاص ہے، میرے اوپر میرے رب کے انعامات بھی خاص ہیں، لیکن اِن سب باتوں کے باوجود میں ایک ماں کا بیٹا اور فرماں بردار بیٹا ہوں۔ خدا کے خاص انعامات کے معنی کوئی یہ نہ سمجھے کہ میری حیثیت عرفی و بشری میں کوئی فرق آ گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ حقیقت بھی واضح فرما دی کہ جو اپنے ماں باپ کا فرماں بردار نہیں، وہ جبار و شقی ہے۔ حضرت مسیح کے اِس ارشاد سے انجیل کی بعض اُن روایات کی تردید ہوتی ہے جن سے یہ گمان گزرتا ہے کہ خدانخواستہ وہ حضرت مریم کا واجبی احترام نہیں کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت مسیح پر دعوائے الوہیت کی تہمت چپکائی گئی ہے تو اُس کی تائید فراہم کرنے کے لیے اِس قسم کی روایات بھی انجیلوں میں داخل کر دی گئیں۔'' (تدبر قرآن ۴/ ۶۴۸)

۱۴۴؎ مطلب یہ ہے کہ خدا اپنے کسی ارادے اور منصوبے کو بروے کار لانے کے لیے کسی کا محتاج نہیں ہے کہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۳۶﴾
فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَیْنِہِمْ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ مَّشْھَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۳۷﴾
اَسْمِعْ بِہِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا لٰکِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۸﴾

اور (بچے نے کہا): یقیناً اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی، لہٰذا تم اُسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے۔[۱۴۵] ۳۶

(یہ مسیح کی تعلیم تھی)، مگر اُس کے ماننے والوں کے اندر سے مختلف فرقوں نے باہم اختلاف کیا۔ سو (اب) اُن کے لیے جنھوں نے (اِن حقائق کا) انکار کردیا ہے،[۱۴۶] ایک ہول ناک دن کی حاضری کے باعث خرابی ہے۔[۱۴۷] کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے جس دن ہمارے سامنے حاضر ہوں گے، مگر آج

اُسے اولاد کی ضرورت ہو۔ ہر کام کے لیے اُس کا ایک کلمۂ 'کُن' ہی کافی ہے۔ اِس میں یہ بات بھی مضمر ہے کہ مسیح بھی اِسی کلمے کا ایک کرشمہ ہیں۔ اُن کی خارق عادت ولادت ہرگز اِس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ خدا کا جسدی ظہور ہیں یا اُن میں الوہیت کے قسم کی کوئی چیز پائی جاتی ہے۔

یہ پورا پیرا حضرت مسیح کے ارشادات کے درمیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جملۂ معترضہ ہے جس میں مخاطبین کو توجہ دلائی گئی ہے کہ حضرت مسیح کی اصل حقیقت یہ ہے جو اُنھوں نے اپنی پیدایش کے فوراً بعد خود اپنی زبان سے واضح کردی تھی۔

۱۴۵؎ یہ اُسی گفتگو کا حصہ ہے جو جملۂ معترضہ سے پہلے نقل ہوئی ہے۔ انجیل میں اللہ تعالیٰ کے لیے 'میرا باپ' اور 'تمھارا باپ' کی جو تعبیر جگہ جگہ آئی ہے، یہ قرآن نے اُس کی تصحیح کردی ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ سیدنا مسیح نے جو بات فرمائی تھی، وہ درحقیقت یہ تھی، لیکن عبرانی زبان میں 'أب' اور 'ابن' کے الفاظ چونکہ باپ اور بیٹے اور رب اور بندے کے معنی میں مشترک تھے، اِس لیے نصاریٰ نے سیدنا مسیح کی الوہیت کا عقیدہ ایجاد کیا تو اِس اشتراک سے فائدہ اٹھا کر اُنھیں یہ صورت دے دی۔

۱۴۶؎ سیدنا مسیح کے متبعین میں سے شمعون کے پیرو اِن سب حقائق کو مانتے تھے، لہٰذا یہ اشارہ سینٹ پال کے پیرووں کی طرف ہے جو خود بھی کئی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اِن میں سب سے نمایاں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾
اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾

یہ ظالم کھلی گمراہی میں پڑے ہیں۔ (اے پیغمبر)، اِنھیں حسرت کے اُس دن[۱۴۸] سے خبردار کردو، جب معاملے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اِس وقت تو یہ غفلت میں پڑے ہیں اور مان نہیں رہے ہیں۔ (لیکن) اِس میں شبہ نہیں کہ زمین اور زمین کے رہنے والوں کے وارث (بالآخر) ہم ہی ہوں گے اور لوگ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔[۱۴۹] ۳۷-۴۰

ہیں۔

۱۴۷؎ اِس لیے کہ اُس دن تمام حقائق واضح ہو جائیں گے اور سیدنا مسیح اُن کے خلاف خود گواہی کے لیے کھڑے ہوں گے۔ سورۂ مائدہ (۵) میں قرآن نے اِس 'مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ' کی تفصیل کر دی ہے۔

۱۴۸؎ خدا کے سامنے حاضری کے دن کو حسرت کا دن اِس لیے کہا ہے کہ اُس دن سب لوگ حسرت کے ساتھ کہیں گے کہ اے کاش، ہمیں ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانا نصیب ہو جائے تاکہ ہم ایمان اور عمل صالح کی زندگی گزار کر یہاں واپس آئیں۔

۱۴۹؎ یعنی کسی اور کی طرف نہیں، بلکہ ہماری ہی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اِس لیے یہ توقع نہ رکھیں کہ وہاں کوئی اِن کی مدد کے لیے کھڑا ہو جائے گا یا اذن الٰہی کے بغیر یہ کسی سے اپنی سفارش کرا لیں گے۔

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com